# حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی

علیہ الرحمۃ


مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ



نوری مشن / اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد مولانا شاہ محمد نقی علی خاں اور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے ہم راہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اور حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے دستِ مبارک پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اسی وقت خلافت واجازت سے نوازے گئے، اسی نسبت پر فخر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں ۔

مرا ز نسبت ملک است امید آں کہ بہ حشر ندا کنند بیا اے رضائے آلِ رسول

۲۲/ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ کی فیروز بخت شب تھی ، اعلیٰ حضرت اپنے پیر خانہ مارہرہ مطہرہ میں موجود تھے، رات میں خواب دیکھا کہ فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی ہے، خواب ہی میں آپ نے آل الرحمٰن نام رکھا، اس وقت مارہرہ کی مسندِ سجادگی پر حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری خلیفہ و جانشین سید آلِ رسول احمدی علیہ الرحمہ جلوہ بار تھے۔ آپ نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام رکھا اور بعد میں مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا۔ اہلِ علم اور عوام الناس کے درمیان ''مفتیِ اعظم ہند'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔حضرت شاہ ابو الحسین نوری علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے فرمایا: مولانا! جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا، وہ بہت ہی مبارک بچہ ہے۔ چنان چہ آپ ۲۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں چھ ماہ کے بعد بریلی تشریف لائے۔خواہش کے مطابق بچہ کو دیکھا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو مبارک باد دی اور فرمایا:

''یہ بچہ دین کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گم راہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے، یہ فیض کا دریا بہائے گا۔''

یہ فرماتے ہوئے حضرت نوری میاں قدس سرہ نے اپنی مبارک انگلیاں بلند اقبال بچہ کے دہنِ مبارک میں ڈال کر مرید کیا اور اسی وقت تمام سلاسل کی اجازت و خلافت بھی عطا

فرمائی۔ (تذکرۂ علمائے اہلِ سنت، ص ۲۲۳)

آپ کو اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، گویا دونوں طرف سے آپ کا سلسلۂ سلوک ومعرفت حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، اس طرح حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ حضرت مفتیِ اعظم ہند کے دادا پیر ہوئے۔

اب ذیل میں حضرت مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دادا پیر حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمہ کا ذکرِ جمیل پیش ہے۔

## تعارف:

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ زیدی سادات کے فردِ فرید تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت زید بن امام زین العابدین بن امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے واسطے سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حضرت زید بن امام زین العابدین (رضی اللہ عنہما) کے صاحب زادے عیسیٰ ان کے پوتے حضرت علی اور ان کے پوتے حضرت سید علی عراقی ترکِ وطن کر کے واسط تشریف لائے (جو کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع ہے) آپ کے پوتوں میں سے سید ابو الفرح واسطی اپنے چار صاحب زادوں سید ابوفراس جد سادات بلگرام و سید ابو الفضائل و سید داؤد و سید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے اور چند روز قیام کے بعد فرزند اکبر سید معز الدین کے ساتھ پھر واسط کو مراجعت فرمائی۔ اور باقی تینوں صاحب زادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا۔ سید ابو الفراس نے جاجنیر، سید ابو الفضائل نے چھاترو داور سید داؤد نے تھن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ سید ابوفراس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسبِ ایمائے سلطان شمس الدین التمش بلگرام کے کافر اور سرکش راجہ ''سری'' کے ساتھ جہاد فرمایا۔ اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ میں فتح پائی۔ سلطان نے اس فتح کی خوشی میں بلگرام اور اس کے توابع ولواحق آپ کی جاگیر میں دے دیے۔ حضرت نے اس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھا اور وہاں شعائر ومراسم اسلام کو رواج دیا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس زمانے سے حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ

تک بلگرام ہی میں بود و باش رہی۔ حضرت میر عبد الواحد قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے حضرت سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ بہ عہد جہانگیری ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ تشریف لائے۔ اُس وقت سے اِس وقت تک حضرت کی اولاد مارہرہ میں ہے۔
(تاریخ خاندانِ برکات، ص ۵-۶، از حضرت مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی)

مارہرہ مطہرہ کی عالم گیر شہرت اور عرب وعجم میں دینی و دُنیاوی عزت و وقعت کا سبب حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ عشقی، تاج العارفین سید شاہ آل محمد چشتی، حضرت سلطان المحبوبین سید شاہ حمزہ چشتی، غوثِ وقت سید شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی اور نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ و الرضوان کا قیام اور یہاں کی خاک پاک میں آسودگی ہے۔

## ولادت:

حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی ولادت با سعادت (ماہِ رجب) ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔ لقب خاتم الاکابر ہے۔

## والد ماجد:

والد ماجد کا اسمِ گرامی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

## تعلیم وتربیت:

آپ کی تعلیم و تربیت والدِ ماجد کی آغوشِ شفقت میں ہوئی اور انھیں کی نگرانی میں آپ نے نشوونما پائی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت عین الحق شاہ عبد المجید بدایونی، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں ہوئی، اس کے بعد فرنگی محل کے علما مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، مولانا عبد الواسع سیدن پوری اور مولانا نور الحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے کتبِ معقولات، علمِ کلام، فقہ و اصولِ فقہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ ۱۲۲۶ھ میں حضرت مخدوم شیخ العالم عبد الحق ردولوی متوفی ۸۷۰ھ کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علما و مشائخ کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے سرفراز کیا گیا اور اسی سال حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسلِ حدیث وطریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں۔ فنِ طب اپنے والدِ ماجد اور حکیم فرزند علی خاں موہانی سے علماً وعملاً حاصل کیا۔

(تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص۳۶۹، از مولانا عبد المجتبیٰ رضوی؛ تاریخ خاندان برکات، ص۳۸، از مولانا محمد میاں قادری برکاتی)

## بیعت وخلافت:

بیعت آپ کو اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ آل احمد قدس سرہ سے اور خلافت واجازت اپنے عم مکرم اور والدِ معظم دونوں سے تھی اور سلسلۂ رزاقیہ کی اجازت اپنے استاد مولانا نور صاحب فرنگی محلی سے اور سلسلۂ علویہ منامیہ کی اپنے استاذ مولانا شاہ عبد العزیز (محدث) دہلوی سے حاصل فرمائی، اور حضرت شاہ صاحب دہلوی سے اور بہت احادیث ومصافحات وغیرہ کی اجازتیں لائے۔
(تاریخ خاندان برکات، ص۳۸)

## راہِ سلوک:

قربِ الٰہی اور وصلِ حق کے لیے ریاضت ومجاہدہ حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی علیہ الرحمہ کے آبا کا خاص ورثہ ہے۔ حضرت کے سبھی اساتذہ علوم وفنون کے مہر وماہ اور لعل وگہر تھے۔ ان کے علوم نے ان کو شکستگی اور عاجزی کی راہ پر لگایا۔ ان کا علم راہِ حق میں کاشفِ حقائق بن گیا، ایک عرصہ تک فرنگی محلی اکابر کی خدمت اور ہم نشینی کا شرف حاصل رہا۔ یہ حضرات خدا طلبی میں غرق تھے اور یہاں کا جو فرد تھا جو ہر فرد فرید تھا، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا علم وعرفان شہرہ آفاق تھا، فرنگی محل اور دہلی کے اکابر کی خدمتوں نے راہِ حق کی طلب میں اور استحکام بخشا، عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ دولت علم وعرفان کے حصول کے لیے اکابر روزگار کو شیخ کامل کی طلب وجستجو میں صعوبات سفر برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن حضرت خاتم الاکابر سید آلِ رسول مارہروی کی فیروز بختی تھی کہ یہ دولتِ گراں مایہ اور گنجِ مراد گھر میں تھا۔ اور آپ کا قلبِ مبارک مرشدِ کامل کا مطلوب ومراد تھا۔ حضرت وطن واپس تشریف لائے تو حضرت مرشد پاک نے ارشاد فرمایا: اب جلائے قلب اور تزکیہ وتصفیۂ باطن

کے لیے طریقۂ آبائی پر مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہو جاؤ۔ حضرت مرشد پاک اچھے میاں کی کریمانہ نظر اور حضرت والد ماجد کی شفقت وعنایت کے سائے میں سلوک کی مشق شروع ہو گئی۔ برق رفتاری کے ساتھ منازلِ سلوک تکمیل کو پہنچے۔ حضرت مرشد نے سلاسلِ خاندانی کی خلافت واجازت تامہ، عامہ مطلقہ عطا فرما کر ہدایتِ خلق کا دربار لگانے کا حکم فرمایا۔

''برکات مارہرہ مطہرہ'' کے مولف لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے خلیفۂ اجل آپ کے برادرزاد حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز ہیں، جن کو حضرت نے اپنی حیات میں اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ العزیز نے بھی اسرار خاندانی اور فیوض روحانی سے نوازا اور اپنا خلیفۂ مطلق ومجازِ برحق قرار دیا تھا، حضرت خاتم الاکابر (سید شاہ آل رسول مارہروی) قدس سرہ کا ظرف چوں کہ بہت عالی واقع ہوا تھا، حضرت مرشد پاک کی حیاتِ طیبہ میں شاذ ونادر بیعت لیتے تھے۔'' (حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، ص ۸۸۔۸۹، از مولانا محمود احمد رفاقتی)

## مسند نشینی اور خانقاہ کا انتظام:

۱۷ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں مرشد برحق حضرت اچھے میاں قبلہ نے اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی راہ لی۔ تقریباً ۲۶؍سال تک حضرت خاتم الاکابر آل رسول احمدی علیہ الرحمہ پیر ومرشد کے فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوئے۔ پندرہ برسوں تک حضرت ستھرے میاں قبلہ والد حضرت شاہ آل احمدی نے سجادہ برکاتیہ کو رونق بخشی اور ۲۶؍رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ کو جوارِ رحمتِ الٰہی میں جا بسے۔ حضرت ستھرے میاں علیہ الرحمہ نے اپنے تینوں صاحب زادوں (سید شاہ آلِ رسول، سید شاہ اولاد رسول، سید شاہ غلام محی الدین، امیر عالم) کو ایک ہی وقت سجادہ برکاتیہ کا جانشین مقرر فرمایا اور تمام خانقاہی و درگاہی امور وجائداد اور آثار وتبرکات کا مساوی مالک بنا دیا۔ آپ نے یہ وصیت نامہ بڑے صاحب زادے جما میاں کی رحلت (۸؍رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ) کے بعد لکھا۔ برکات مارہرہ کے مولف لکھتے ہیں:

''حضرت ستھرے میاں صاحب کے بروز چہلم حضرت شاہ آلِ رسول صاحب مسندِ خلافت برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے اور حضرت اچھے میاں صاحب (عم مکرم) کے سلسلے کو جاری

فرمایا اور ہزار ہا افراد آپ کے دستِ حق پر داخلِ سلسلہ ہوئے۔‘‘

اس موقع پر سب سے پہلی نذر حضرت افضل العبید شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی قدس سرہ نے پیش کی اور وہ بہت سے افراد جن کو حضرت خاتم الاکابر ہی سے بیعت کی تمنا تھی، اس موقع پر ان کی برسوں کی تمنا پوری ہوئی۔

(تاریخ خاندان برکات، حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی، ص ۹۰)

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے سجادہ برکاتی پر رونق افروز ہو کر خانقاہ داری کا جدید انتظام فرمایا۔ بزرگوں کے اعراس طیبہ کے لیے کمیٹی مقرر فرمائی، طالبین و سالکین کے قیام و راحت رسانی کی غرض سے حجرے تعمیر کیے، درگاہ شریف کی مسجدِ مبارک میں امام و خطیب و موذن کا تقرر فرمایا، حسابات کو با قاعدہ رکھنے کے لیے محاسب کا انتظام فرمایا، خانقاہ و درگاہ شریف کی دیکھ ریکھ کے لیے خادم رکھے، سب کے با قاعدہ مشاہرے مقرر فرمائے۔ مصلحتِ وقت کے لحاظ سے خانقاہ داری کے جدید انتظام کے وقت بہت کچھ تخفیف فرمائی۔ عرسوں میں اور اس کے علاوہ دیگر دنوں میں سماع کی محافل ہوا کرتی تھیں، آپ نے ان محفلوں کو قطعی بند کرا دیا۔ آپ کے مبارک دور میں عرسوں کی رونق علماے کرام کے مواعظ، نعت ومنقبت، تلاوت کلام پاک، ختم دلائل الخیرات، قصیدۂ بردہ شریف اور حلقہ ہاے ذکر سے تھی۔ مجلس وعظ و میلاد شریف میں ہر عامی کو بیان و وعظ کی اجازت نہ تھی۔ مستند اور متدین علماے کرام ہی مسندِ وعظ پر بیٹھائے جاتے۔ وعظ کا شرف ایک زمانہ میں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی محدث اور حضرت سیف اللہ المسلول شاہ معین الحق فضلِ رسول قدس سرہما کو حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد عادل محدث کان پوری، حضرت تاج الفحول مولانا شاہ محب رسول عبد القادر بدایونی اور ان کے ممتاز تلامذہ علماے کرام کا خاص بیان ہوتا تھا۔ حضرت خاتم الاکابر خود بھی مجلسِ مبارک میں تشریف لا کر وعظ سماعت فرماتے۔ آخر زمانہ میں ان مبارک محفلوں کی نگرانی حضرت اقدس تاج الفحول کے سپرد فرما دی تھی۔ وہی اس کے نگران و منتظم تھے اور اس نعمت دولت و شرف سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی حصہ حاصل ہوتا تھا۔

حضرت اقدس قدس سرہ کے عہد مبارک عہد سجادگی سے پہلے طالب و سالک و عالم، خانقاہ ارشاد پناہ میں طلب سلوک کے لیے حاضر ہوتے، خانوادۂ برکاتی کے صاحب زادگان گرامی ان سے تعلیم حاصل کر لیتے۔ خانقاہ برکاتی میں ایسا کوئی دور نہیں گزرا جب کہ تبحر عالم

طلبِ سلوک کے لیے مقیم نہ رہے ہوں۔ بزرگانِ برکاتی بھی تدریس سے شغف رکھتے تھے۔ جب حضرت خاتم الاکابر کا عہد پاک آیا تو آپ نے خانقاہ معلیٰ میں باقاعدہ مدرسہ قائم فرمایا اور منتخب ومتدین علماے کرام کی تقرریاں کیں، اور خاندان ومتوسلین اور باشندگانِ مارہرہ کو باضابطہ علمِ دین کی تحصیل کی رغبت دلائی۔ جن نام ور اور بلند پایہ مدرسین نے وہاں درس دیا، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: مولانا محمد سعید بدایونی شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، استاذ العلماء مولانا نور احمد بدایونی شاگرد حضرت علامہ فضلِ حق خیرآبادی، مولانا فضل اللہ جالیسری شاگرد تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا تراب علی امروہوی، مولانا محمد شاہ ولایتی، مولانا محمد حسین بخاری کشمیری، میاں جی رحمت اللہ مارہروی، مولانا محب احمد بدایونی شاگرد تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی۔ (حیات حضرت شاہ آلِ رسول احمدی، ص ۹۳ تا ۹۷)

## علمِ دین کی اہمیت:

حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ علم دین کی اہمیت اور برتری کے تعلق سے وصیت فرماتے ہیں:

''کتاب وسنت سے اپنی ضرورت بھر علمِ دین حاصل کرنے کی کوشش کریں، اور اس کام کو سارے کاموں پر مقدم رکھیں، اس کے بعد ہی طریقۂ باطنی میں قدم رکھیں، کیوں کہ جاہل صوفی اور بے علم عابد شیطان کا مسخرہ اور بالکل نکما اور ناقابلِ قبول ہے۔ اس کے علاوہ درجوں میں ترقی، عروج کی بلندی اور باریکیوں کی سمجھ جو عالم کو اس راہ میں حاصل ہوتی ہے، جاہل کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں، وہ تجلیاں اور گہری باتوں کی سمجھ جو علم رکھنے والے سالک کو آسانی سے حاصل ہوتی ہے، بے علم کا ان میں کیا حصہ، ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے اور اونچے مرتبے پر پہنچائے اور علم والے سے بھی مرتبہ بڑھا دے، یہ ناممکن تو نہیں، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔''

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک حکایت یاد آئی جس کا لکھنا فائدہ مند معلوم ہوتا ہے اپنے دادا اور مرشد حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زبان فیض ترجمان سے میں نے سنا:

''ایک دن حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک درویش آئے، جن کی

نسبت قوی تھی اور حال اچھا تھا، شہر والوں کا ایک بڑا گروہ ان کے کمالات کا معتقد ہو کر ان کی طرف رجوع ہو گیا۔ آخر شہر کے کچھ لوگوں نے حضرت مودود چشتی کے صاحب زادے کو اُبھارا کہ یہ درویش ہمارے شہر میں کیوں آیا اور ہمارے شہر کے لوگوں کو اپنے کمال پر کس لیے رجوع کرتا ہے، اب اسے اپنے شہر سے نکال دینا مناسب ہے۔ یہ مشورہ کر کے صاحب زادے کو آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن ان درویش کے کمال کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ صاحب زادے اس وقت کم سن تھے اور محض شہر والوں کے اُبھارنے سے ان درویش کی مخالفت پر آمادہ ہوئے تھے۔ اس لیے ان درویش نے صاحب زادے کو اپنے پاس بلا کر ان پر مہربانیاں اور عنایتیں کیں اور نصیحت کی، بابا! پہلے علم حاصل کرو اس کے بعد فقیری کا دعویٰ کرنا۔ اس لیے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا چیلا ہوتا ہے۔ چوں کہ ایک زمانے کی رہنمائی صاحب زادے کی تقدیر میں لکھی تھی، اس لیے انھوں نے اس بزرگ کی نصیحت پر عمل کیا اور اونچے درجوں پر پہنچے۔'' (سراج العوارف، ص ۲۹۔۳۰، از نوری میاں، ترجمہ سید محمد امین میاں، سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ)

## مطالعۂ حدیث کا ذوق:

حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہ کے آبائے کرام علم و معرفت اور عشق و اخلاص کے شمس و قمر تھے، کتب اسلامیہ کا مطالعہ اور تصنیف و تالیف ان کا خاص ذوق تھا۔ حضرت خاتم الاکابر بھی مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے لیکن انداز کچھ جداگانہ تھا۔ آپ کے آبائے کرام عقائد و سلوک اور ملفوظات و مکتوبات کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے اور آپ کتب حدیث کے مطالعہ کا شوق فرماتے، مطالعۂ کتب کے درمیان سادہ اوراق پر یا حاشیہ پر کچھ فوائد بھی قلم بند فرماتے لیکن تصنیف کی طرف توجہ نہیں تھی۔ اگر چہ آپ کے اکابر اور بزرگانِ خاندانِ برکاتی اصحابِ تصنیف و تالیف تھے۔ مخصوص خدام جب عرض کرتے کہ حضور کچھ کتابیں بھی تصنیف فرما دیں تو جواب ہوتا:

''بزرگوں کا سرمایۂ علمی ہر فن میں موجود ہوتے ہوئے مزید لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسی پر عمل کیا جائے، بس وہی کافی ہے۔''

آپ کی صرف ایک تصنیف ''مصطلحات نقش بندیہ'' ہے، جسے آپ نے حضرت اچھے

میاں قدس سرہ کے حکم پر لکھا تھا۔ ایک بیاض کا اور پتہ چلتا ہے جس میں آپ نے فوائد حدیث، اسرار اور تصوف و سلوک کے حقائق بیان فرمائے ہیں۔

فنِ حدیث میں آپ کا پایۂ علمی بہت بلند تھا، اخیر عمر تک درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا، بخاری شریف مکمل حفظ تھی۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعد نمازِ ظہر حدیث وتفسیر کی کتابوں کی تدریس ہمارے خاندان کے اکابر کا معمول رہا ہے۔

حضرت خاتم الاکابر کے اساتذہ، اکابر اور اہلِ خاندان سب اہلِ درس و تدریس تھے اور وعظ و نصیحت کے پیرایہ میں امتِ مسلمہ کی اصلاح فرماتے۔ ان بزرگوں کا آپ کی ذات پر مکمل اثر پڑا۔ (حیات حضرت شاہ آلِ رسول احمدی،ص ۱۱۷ تا ۱۱۹؛ خلاصہ)

## اصلاحِ معاشرہ:

حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے دادا اور مرشد سید شاہ آلِ رسول احمدی علیہ الرحمہ ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقے کی بدعتوں، تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی کے ارتکاب سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دلی میں اپنے استاذ محترم مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کو دیکھا ہے کہ ماہ محرم الحرام میں دس دن حضرات حسنین کریمیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا بیان فرماتے اور دسویں دن صبح سے زوال کے وقت تک شہادت کے فضائل بیان کرتے، کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔ حضور والا (حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ) نے سن کر ارشاد فرمایا کہ: بہت اچھا اور بہتر کرتے تھے، لیکن اگر ان کی مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ خاص اس مہینے میں ایسا اہتمام مناسب نہیں ہے، بس مختصر سے کھانے پر فاتحہ کر کے کسی دوسرے مہینے میں ایسا اہتمام وعظ وغیرہ کیا کریں، اس لیے کہ اب اس طرح کی محفلیں منعقد کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے اور اس ماہ میں زیادہ اہتمام کرنا رفض کا دروازہ کھولنا ہے۔ آنے والی نسل اپنے بزرگوں کے حالات سن کر گمان کرسکتی ہے کہ وہ شیعہ تھے جو تقیہ کیے ہوئے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے دو فرقے ہیں: ایک سنی، دوسرا شیعہ اور ان میں کوئی بھی حضرات حسنین کریمین کی شہادت اور فضائل کا انکار نہیں کرتا، لہٰذا ان اطراف میں ان مواعظ کے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں ہے، البتہ جہاں خارجیوں کا غلبہ ہو وہاں یہ اہتمام ضروری ہے

اور خارجی یہاں نہیں ہیں ۔ (یہاں تک حضور اچھے میاں کی تقریر ختم ہوگئی) تو میرے دادا حضرت (شاہ آلِ رسول) نے فرمایا کہ جس تاریخ سے یہ مسئلہ میں نے اپنے مرشد سے خود سنا، خود بھی اس قسم کے کاموں میں احتیاط برتی ۔ (سراج العوارف، ص ۱۷۶ ۔ ۱۷۷)

قبر کی بدعات کے سلسلے میں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: قبر کچی رکھنا اور اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنانا سنت ہے ۔ قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر، چوڑائی نصف قد کے برابر اور گہرائی قدِ آدم کی مقدار رکھیں اور میت کو پیٹھ کے بل نہ لٹائیں بلکہ سیدھے پہلو پر لٹائیں اور اس کی پیٹھ پر مٹی کا پشتہ لگا دیں تا کہ ہر پہلو قبلہ رو رہے ۔ یہ طریقہ مسنون ہے، جسے ہندوستانیوں نے بالکل ترک کر دیا ہے، مگر جسے اللہ چاہے ۔ پھر وہ لوگ یہ کرتے ہیں کہ میت کا منھ تو قبلہ کی طرف کرتے ہیں اور سارا جسم پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں ۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے ۔ افضل اور مسنون قبر تو وہ ہے جس کی چھت بھی زمیں ہو؛ صندوقی نہیں کہ جس کی چھت لکڑی یا پتھر کی ہوتی ہے اور پختہ اینٹ کی تو مکروہ ہے ۔ ہمارے مرشد (شاہ آلِ رسول) کی بھی یہی وصیت تھی ۔ لیکن لوگ رواج اور وقت کی مصلحت کی وجہ سے عمل نہیں کرتے ۔ لاش کے بغیر قبر بنانا ممنوع اور اس کی زیارت کرنا حرام ہے ۔ (سراج العوارف، ص ۱۷۶)

## حاجت روائی:

آپ فرماتے ہیں کہ لکھنؤ میں (دورانِ تعلیم) اپنی قیام گاہ فرنگی محل جانے میں آغا میر کی ڈیوڑھی راستہ میں پڑتی تھی، اس محلے میں ایک غریب بوڑھی عورت نہایت نیک بخت تھی، اس کے دروازے پر بیٹھ کر اکثر دم لیتا تھا، وہ بے چاری مجھ کو سیدھا خیال کر کے میری خاطر کرتی تھی اور مجھے اس کے ساتھ محبت ہوگئی تھی، ایک دن اس بوڑھی نے مجھ سے کہا، بیٹا! اب تم یہاں کہاں آرام کرو گے، میں تو دو چار دن میں یہاں سے اُٹھا دی جاؤں گی اور خدا جانے کہاں ٹھکانا ملے گا ۔ آغا میر کا محل سرا تیار ہوتا چلا آتا ہے، یہ میرا جھونپڑا بھی اس کے اندر داخل ہونا تجویز ہوا ہے ۔ حضرت فرماتے تھے کہ اس نے ایسے پُر درد لہجے میں تقریر کی کہ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو خوشی سے اپنا مکان دینا چاہتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا، بچہ! میں خوشی سے تو اگر مجھے اونٹوں روپیہ دیا جائے تب بھی نہ دوں گی ۔ میرے مورثوں کی نشانی ہے ۔ اس زمانے میں دہلی کا سیتا بیگ لکھنؤ کا کوتوال تھا ۔ وہ حضرت

اچھے میاں قدس سرہ سے عقیدت و ارادت رکھتا تھا، میں نے اس کو ایک پرچہ لکھ دیا اور بڑھیا سے کہا کہ میں فقیر اور فقیر زادہ ہوں۔ بڑے لوگوں سے ملنا ملانا پسند نہیں۔ آج تیری خاطر یہ رقعہ لکھ دیا ہے، اس کو کوتوال کے پاس پہنچا دے۔ وہ میرے تاو کا معتقد ہے، اُمید ہے کہ وہ تیری حمایت ضرور کرے گا۔ اور میں طالب علم کس قابل ہوں سوائے اس کے کہ تیرے مکان کے بچاؤ کے لیے خدا کی جناب میں دُعا کروں گا۔

سچ ہے گرتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے، وہ بڑھیا اسی وقت دوڑی ہوئی کوتوال لکھنؤ کے پاس گئی اور حضرت کا رقعہ دیا۔ کوتوال اسی وقت حضرت کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا، حضور اگر میرے دم میں دم ہے تو بڑھیا کا مکان ہر گز ہر گز گرنے نہ دوں گا۔ یہ قصہ طویل ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت کی دُعا اور کوشش سے اس بے چاری بڑھیا کا مکان بچ گیا اور آغا میر کے محل سرا میں کجی ہوگئی۔ چنان چہ اب تک لکھنؤ میں آغا میر کی ڈیوڑھی پر وہ جگہ ''آلِ رسول کا کونا'' مشہور ہے۔(برکاتِ مارہرہ، از جناب مولوی طفیل احمد صاحب علیہ الرحمہ، منقول از حیات شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی، ص ۱۰۹۔۱۱۰، تالیف مولانا محمود احمد رفاقتی)

## اخفائے حال:

سید شاہ آلِ رسول احمدی علیہ الرحمہ بڑے عالی ظرف اور فضل و کمال کے مالک تھے، کرامتوں کا صدور بھی ہوتا تھا۔ حتی الامکان چھپانے کی کوشش کرتے کہ اگر کسی نے آپ سے دیکھے ہوئے واقعے کی تصدیق چاہی تو آپ نے فرمایا: میاں تم کو شبہہ ہوا ہوگا، تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔ اگر کوئی خوش اعتقاد بضد ہو جاتا تو تصدیق کرنے سے پہلے وعدہ لے لیتے کہ اس کو میری حیات میں کسی پر ظاہر نہ کرے گا۔ اس طرح آپ اپنے فضل و کمال اور مقامِ رفیع کے اخفا کا سامان کر لیتے۔ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ولی پر اپنا راز چھپانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ نبی پر اپنی نبوت کا ظاہر کرنا۔ ولی کی ولایت مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی بات نہیں، مگر ارادتاً اسے ظاہر نہ کرے، وہ اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ آلِ رسول کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے اس مسئلے پر روشنی پڑے گی۔ آپ کے ایک مرید مظفر علی بریلوی کہتے ہیں کہ میں ایک شب استنجا کے لیے اُٹھا اور طہارت کے

لیے پانی لینے اپنے حجرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہِ معلیٰ (درگاہِ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹا) میں بزرگوں کا بڑا کثیر مجمع ہے، جیسے عرس کا دن ہو، اور حضرت صاحب البرکات کے پائیں دالان میں جواہرات کا جڑاؤ تخت بچھا ہے اور اس پر چاروں طرف اکابر اولیا بیٹھے ہیں، کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے حضرت پیرومرشد (شاہ آلِ رسول) کو شاہانہ لباس فاخرہ پہنائے اور سر پر تاج رکھے دو بزرگ بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے لائے اور تخت پر بیٹھایا۔ تمام لوگ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا، میں (مظفر علی) یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر ایک اندرونی زینہ کے نیچے کھڑا ہو گیا، اس کے بعد تمام حضرات اندر چلے گئے اور غائب ہو گئے، پھر میں اپنے حجرہ میں آ گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح میں مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت پیرومرشد کے پیچھے نماز باجماعت ادا کی اور پھر یہ حال عرض کر کے اس مقام کی کیفیت دریافت کرنے لگا، پہلے تو فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہوگا، اور خواب کی باتوں کا کیا اعتبار۔ جب میں نے اصرار کیا تو بادلِ ناخواستہ فرمایا، خاموش رہو اور اس بارے میں کوئی بات نہ کہو، میں اسی وقت خاموش ہو گیا۔"

اللہ اللہ کیا پردہ داری تھی کہ کبھی اشاروں اور کنایوں میں بھی اندر کا تذکرہ نہیں کیا، حالاں کہ یہ مقام مقامِ قطبیت ہے اور حضور والا کو مارہرہ کی خدمت کی سپردگی تھی۔ اس روز سے وفات شریف تک آپ مارہرہ سے باہر نہیں گئے اور سیکڑوں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔ وصال کے بعد مظفر علی سے مجھے (نوری میاں) اس واقعے کی تصدیق ہوئی۔ (سراج العوارف، ص ۱۰۰۔۱۰۱)

نور مدائح حضور جلد اول میں حاجی محمد رضا خان کی روایت نقل ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں سفرِ حج وزیارت کے شرف سے مشرف ہونے سے پہلے کسی بزرگ کا مرید نہ ہوا تھا۔ حرم کعبہ پہنچ کر حج کے مناسک کی ادائیگی کے بعد خیال پیدا ہوا کہ خدا نے اپنے کرمِ بے حد سے اپنے گھر کا دیدار کرا دیا۔ سنگِ اسود سے حاصل کی ہوئی برکت کو باقی رکھنے کے لیے اسی ارضِ پاک کے کسی شیخ کا دامن پکڑ لینا چاہیے۔ اسی ارادہ وخیال سے وہاں کے بزرگ عالم و عارف مولانا شاہ محمد اسماعیل مکی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور بیعت میں لینے کی درخواست کی۔ مولانا شاہ اسماعیل صاحب نے فرمایا:

"تم سید شاہ آلِ رسول مارہروی سے مرید کیوں نہ ہوئے، وہ اب تک حج کی ادائیگی

میں میرے ساتھ تھے۔"

حاجی صاحب کہتے ہیں: میں واپس آیا اور بیعت کے ارادے سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولانا کی بات دوہرائی، فرمایا: مولوی صاحب کو شبہہ ہوا ہوگا۔ دریافت کرلو، فقیر مارہرہ سے باہر نہیں گیا۔ حاجی صاحب نے اصرار سے عرض کیا، مولانا محمد اسماعیل مکی صاحب بڑے بزرگ اور حضور کو چاہنے والے ہیں اور صادق القول ہیں۔ حسبِ دستور جو اس قسم کی واردات پیش آنے پر فرمایا کرتے تھے، فرمایا: "خیر تا حیات ہمارے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرو تو مرید ہو جاؤ۔" (حیاتِ حضرت آلِ رسول احمدی، ص ۱۰۴)

اس طرح بیش تر واقعات ہیں جنھیں آپ نے پوشیدہ رکھنے کی تلقین کی۔ اگر کوئی ظاہر کر دیتا تو ناراضی کا اظہار فرماتے۔ متوسلین کو بھی کمالات وکرامات کے اخفا کی سخت تاکید کی تھی۔ اگر کبھی کسی سالک وکاسب سے اس کے خلاف ہوتا تو عتاب فرماتے۔

حضرت مولانا مفتی سید عین الحسن بلگرامی مسجد میں تشریف لائے اور جماعت میں حاضر ہو کر نیت توڑ دی اور سلام کے بعد فرمایا:

"مردِ خدا نماز میں بازار جانے اور سودا خریدنے کی ضرورت نہیں حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھایا کریے، ہم نماز کی حالت میں بھی تمھارے ساتھ کہاں کہاں جائیں۔"

آپ نے حضرت مفتی صاحب کی بات سن کر سخت عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"بہتر ہے کہ آپ نماز خود پڑھائیں ورنہ حافظ صاحب کے ساتھ ساتھ پھریں اور شریعت کا استہزا نہ کریں، آپ کو نماز میں خود حضور نہیں ورنہ دوسروں پر نظر ہرگز نہ جاتی۔ (حیاتِ شاہ آلِ رسول مارہروی، ص ۱۰۰۔۱۰۱)

## چند ملفوظات:

بزرگوں کے ارشادات وملفوظات چوں کہ تعلیم وتربیت اور ارشاد وہدایت کا بڑا اہم حصہ ہوتے ہیں، اس لیے ان کے متوسلین نے ان کے لکھنے اور جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ چند ملفوظات نقل کیے جاتے ہیں، جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

## ولی کی پہچان:

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے

اپنے شیخ (شاہ آلِ رسول) رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اولیا کی پہچان کیا ہے، تو آپ نے فرمایا:
''بندہ اپنی ذات اور صفات کو فراموش کر دے اور ذات وصفاتِ الٰہی میں کھو جائے اور صرف ذات وصفاتِ باریِ تعالیٰ ہی کو موجود سمجھنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اور ذوق وشوق اتنا بڑھ جائے کہ وہ اور سب سے بے تعلق ہو جائے تو وہ ولی ہوتا ہے، جب بندہ میں یہ تمام صفات پیدا ہو جائیں تبھی وہ ولی ہوگا ورنہ نہیں۔

بعض فقرا اپنے آپ کو شریعت کے خلاف رکھتے ہیں، مثلاً: داڑھی منڈوانا یا کتروانا، بھنگ یا شراب پینا، ریشمی کپڑے پہننا، فحش اور بے ہودہ باتیں زبان سے ادا کرنا اور بہت سی خلافِ شرع باتیں کرنا۔ اگر ایسے لوگوں کو نصیحت کی جائے تو کہتے ہیں ہم تو فرقۂ ملامتیہ میں سے ہیں۔ تم خوب سمجھ لو کہ یہ بڑے گم راہ ہیں۔ یہ ملامتیوں کا طریقہ نہیں ہے۔ ملامتی تو وہ ہوتے ہیں جو شریعت کے مستحبات میں سے کسی مستحب کو بھی نہیں چھوڑتے، لیکن بارگاہِ الٰہی میں جو قرب انھیں حاصل ہے اسے مخلوق سے چھپاتے ہیں۔ وہ شریعت کے خلاف نہیں جاتے اور ملامتیہ کا دعویٰ کر کے سرکش نہیں بن جاتے۔ ایسے ملامتیہ تو باطل پرست ہوتے ہیں، حق پرستی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، ایسے لوگوں کی وضع اور طریقے سے دور رہنا چاہیے۔

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس سے بات خوب واضح ہو جائے گی۔ پہلے زمانے میں شوہر اور بیوی تھے، شوہر ملامتی فرقے سے تعلق رکھتا تھا، یعنی اس راہ کی ریاضتیں اور مجاہدے ظاہر میں نہ کرتا بلکہ مخلوق سے پوشیدہ رکھتا۔ اس کی بیوی ہمیشہ غصہ کرتی کہ میں تجھے کبھی حق کی طرف متوجہ نہیں دیکھتی۔ وہ کہتا کہ کیا کروں؟ مخلوق میں ایک میں ہی برا ہوں، اللہ مجھے بخشے۔ ایک رات اس کی بیوی سوتے سے اُٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ شوہر حق کی طرف متوجہ ہے اور ذکر میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر آج رات گتھی سلجھ گئی کہ تم اپنی ریاضت کو چھپاتے ہو۔ اس نے کہا، تجھے کیسے معلوم ہوا؟ بیوی نے جواب دیا کہ، پچھلی رات میں نے دیکھا کہ تم یادِ الٰہی میں مصروف تھے اور تمھیں کسی بات کی خبر نہ تھی۔ شوہر نے تین بار پوچھا، کیا تو سچ کہتی ہے، واقعی تو نے دیکھا؟ خدا کی قسم میں نے تجھے دیکھا۔ شوہر نے یہ سنا اور انتہائی شرمندگی سے اپنی جان خدا کو سونپ دی۔ ایسے لوگوں کو ملامتی کہنا درست ہے، بد مذہبوں اور خلافِ شرع چلنے والوں کو ملامتی کہنا بالکل غلط ہے۔'' (سراج العوارف، ص ۹۸۔۹۹)

## حقیقت کی تبدیلی:

**عرض نوری:** بعض درویشوں کو بارہا حرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے۔ کئی بار دیکھا گیا کہ انھوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کا استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنون کی صورت بھی نہیں رکھتے، بلکہ کبھی کبھی تو دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں، جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوا نکلا، یہ راز کیا ہے؟

**ارشادِ آلِ رسول:** فرمایا، کن فیکون یہ باریِ تعالیٰ کی صفت ہے، جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی حقیقت بدل دے۔ اگر وہ مردے کو زندہ کہہ دے تو وہ زندہ ہو جائے اور زندہ کو مردہ کہہ دے تو وہ مردہ ہو جائے۔ اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوا کہہ دے تو وہ حلوا ہو جائے اور حلوا کو اگر فضلہ کہہ دے تو فضلہ ہو جائے۔ وہ زہر ہلاہل کو تریاق اور تریاق کو زہرِ ہلاہل کر دے۔ چنان چہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھا لینے کا واقعہ مشہور ہے، تو جب اسے اس صفت سے حصہ مل گیا اور فضلہ کو حلوا سمجھ کر کھائے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوتِ کرامت سے حلوا ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ مثلاً انگوری شراب نجس العین اور حرام ہے، اگر وہ سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال و درست ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔ (سراج العوارف، ص۸۵۔۸۶)

## حقیقتِ روح:

**عرض نوری:** حضرت روح کیا ہے؟

**ارشادِ آلِ رسول:** فرمایا: روح صفتِ حیات باریِ تعالیٰ کا عکس ہے۔ جب باری تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہو کہ یہ تو اسی کا ظل اور عکس ہے۔ (سراج العوارف، ص۸۶)

## فقرا اور ترک نماز:

**عرض نوری:** اس کی کیا وجہ ہے جو بعض نمازی فقیر یک نماز چھوڑ دیتے ہیں، اور ان سے دریافت کیا جائے تو جواب میں آیتِ کریمہ پڑھ دیتے ہیں: **واعبد ربک حتی یاتیک**

الیقین۔؟

**ارشاد آلِ رسول:** فرمایا: یہ بات وہ اپنے کو چھپانے کے لیے کہتے ہیں، نماز ترک کرنے کے گناہ سے وہ بہت دور ہیں۔ ظنو المؤمنین خیراً۔ کبھی ان پر ایسی محویت طاری ہوتی ہے کہ انھیں اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ کبھی جمالِ خداوندی کے دیدار سے ان کی حالت مدہوشوں جیسی ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسے انوکھے واقعات ان سے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ دریاے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں، اور کبھی تجلیِ جلال کی زیادتی کی وجہ سے وہ نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے۔ ایک روز سیدی ابوبکر شبلی قدس سرہ بے تابانہ اپنے مرشد حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کے سرہانے جا کر کھڑے ہو گئے اور نعرہ مارتے ہوئے شعر پڑھنے شروع کر دیے۔ آپ کی اہلیہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کرنا چاہا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ کوئی ضرورت نہیں، شبلی اس وقت اس عالم میں نہیں ہے۔ حضرت شبلی کچھ دیر بعد بے خود ہو کر گر پڑے اور دیر تک اسی حالت میں رہے، یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی نے آپ کی طرف توجہ فرمائی اور آپ کو اس مقام سے لوٹا کر صحو وہوشیاری کے مقام پر لائے۔ حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت جنید نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اب پردہ میں ہو جاؤ کہ یہ اس عالم میں لوٹ آئے ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفیۂ کرام پر بہت سے واقعات، تجلیات اور حالات، تغیرات گزرتے ہیں اور ایسی حالتوں میں احکام کا پورا کرنا ان پر معاف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھی حکایت سے معلوم ہوا کہ حضرت جنید نے اس وقت کسی پردے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ پھر ہوسکتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر نماز ادا کرتے ہوں۔ لیکن اس صورت میں ترک جماعت لازم آتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز ادا نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی بہت برا ہے کہ سنتِ موکدہ کا بلکہ بعض فقہا کے نزدیک واجب کا چھوڑنا ہے لہٰذا پہلا سبب ہی زیادہ درست ہے، میں نے عرض کیا: یہ محویت اور حیرانی صرف نماز کے لیے ہے، باقی چیزوں میں نہیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ؟ فرمایا کہ پاگلوں کو نہیں دیکھا ہے کہ وہ کیسے کھاتے اور پیتے ہیں، نماز کی عقل کھانے اور پینے کی عقل سے مختلف ہے۔ پاگل پر ان کے کھانے اور پینے کے باوجود شریعت کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ ایسا ہی یہاں سمجھنا چاہیے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اس کی جانب واپس جانا ہے۔ بہر حال گمان نیک رکھنا چاہیے اعتراض کی ضرورت نہیں اور ہاں ہوسکتا ہے کہ وہ نماز مکہ معظّمہ میں ادا کرتے ہوں، اس لیے کہ انھیں ثواب کی خاطر زمین طے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ مسجدِ حرام میں

جہاں نماز کی فضیلت کہ وہاں کی ایک رکعت دوسری جگہ کی ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے، انھیں مل جاتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نماز کے اوقات میں شروع سے آخر تک وہ یہیں موجود رہے، ایک لمحہ کے لیے بھی غیر حاضر نہیں رہے تو مکہ معظّمہ کا پہنچنا کیسے سمجھ میں آئے۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ تمھیں کیا معلوم کہ وہ اپنے اصلی جسم وصورت کے ساتھ وہاں پہنچے اور جسمِ عکس ومثالی جو جسمِ اصلی کے مانند ہے یہاں رہے۔ جیسا کہ بہت بار اس میدان کے مردوں سے واقع ہوا۔ بہر حال حسنِ ظن میں بڑی گنجائش ہے۔ دیکھیے! کسے اس کی توفیق نصیب ہو اور بدگمانی کی بلا سے بچے، اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین۔ (سراج العوارف، ص ۸۶-۸۷)

## عقد مسنون اور اولاد کرام:

آپ کا عقد نثار فاطمہ دختر سید منتخب حسین بدلے زئی سید واڑہ بلگرام سے ہوا۔ اس عقد سے آپ کے دو صاحب زادے سید شاہ ظہور حسن و سید شاہ ظہور حسین اور تین صاحب زادیاں انصار فاطمہ، ظہور فاطمہ اور رحمت فاطمہ تھیں، انصار فاطمہ اور ظہور فاطمہ یکے بعد دیگرے سید حافظ صاحب آپ کے بھانجے کے عقد میں آئیں جو لا ولد فوت ہوئیں۔ تیسری صاحب زادی رحمت فاطمہ سید محمد حیدر صاحب ابن سید دل دار حسین صاحب ابن سید منتخب حسین کو بیاہی گئیں۔ ان کا انتقال مکہ معظّمہ میں بہ مقامِ منیٰ آٹھویں ذی الحجہ بروز پنجشنبہ ۱۳۱۰ھ میں ہوا، یہ صاحبِ اولاد تھیں۔ ان کی اولاد مارہرہ میں ہے۔

سید شاہ ظہور حسن صاحب کی ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی ان کا عقدِ اول اکرام فاطمہ دختر سید دلدار حیدر بنت سید منتخب حسین صاحب سے ہوا۔ ایک صاحب زادہ سید شاہ ابو الحسین نوری اور ایک صاحب زادی کلثوم فاطمہ آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۶۶ھ میں کاٹھیاواڑ میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

سید شاہ ابو الحسین نوری میاں ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا عقدِ اول آپ کے چچا سید شاہ ظہور حسین کی صاحب زادی رقیہ بیگم سے ہوا اور دوسرا عقد چھوٹی پھوپھی کی لڑکی الطاف فاطمہ سے ہوا۔ مگر دونوں سے کوئی اولاد نہیں ہے۔

سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں آپ کی ولادت ۱۲۴۱ھ میں ہوئی، آپ کے دو عقد یکے بعد دیگرے حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہ کی دو صاحب زادیوں اولاد فاطمہ اور خاتون

فاطمہ سے ہوئے۔ زوجہ اولیٰ سے ایک صاحب زادہ سید شاہ ابوالحسن علی خرقانی الملقب بہ میر صاحب اور ایک صاحب زادی رقیہ بیگم پیدا ہوئیں جن کا عقد سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں سے ہوا۔

سید شاہ ظہور حسین کا وصال یک شنبہ ۱۷/ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں مارہرہ میں ہوا۔

## وصال:

حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمہ کا وصال ۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ بروز چہار شنبہ مارہرہ میں ہوا۔ اور دالانِ شرقی گنبد درگاہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ میں بالیں مرزا سید شاہ حمزہ قدس سرہ دفن ہوئے۔ سید شاہ محمد صادق صاحب قدس سرہ نے آیتِ کریمہ **عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا** سے سالِ وصال نکالا۔ (تاریخ خاندانِ برکات، تذکرہ سید شاہ آلِ رسول قدس سرہ)

☆☆☆

انٹرنیٹ ایڈیشن: ۲۰۲۲ء/ ۱۴۴۴ھ